

مہر فاطمہ

ریسرچ اسکالر دہلی یونیورسٹی

چھٹی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

حسب معمول آج گرم چائے کی چسکیوں کے ساتھ اخبار کی سرخیوں پر نظر ڈالتے ہوئے صفحات کوالٹ پلٹ کرتی جاتی تھی کہ ایک خبر پر نظر ٹھہر گئی۔ لکھا تھا: ”کیا آپ کو چائے یا کافی پینا پسند ہے؟“ میں نے دل میں کہا کہ ہاں، اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔ ہندوستان میں تقریباً اسی قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ریسرچ کی مانیں تو دنیا میں پانی کے بعد سب سے زیادہ پیاجانے والا مشروب ہے۔ جسے دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف طریقوں سے تیار اور استعمال کیا جاتا ہے۔ چائے کا اصل خطہ تو چین کا مغربی علاقہ ہے جہاں 1.6 ارب پاؤنڈ چائے پی جاتی ہے اور فی فرد کے حساب سے چائے پینے میں سب سے آگے ترکی، آئر لینڈ اور برطانیہ سب سے آگے آتے ہیں، جہاں چائے کے سب سے زیادہ شوقین پائے جاتے ہیں۔ یقیناً ہم ہندوستانی بھی اس لسٹ میں کہیں نہ کہیں آتے ہی ہوں گے۔ یا اللہ! یہ میں کس تفصیل میں الجھ گئی، پھر خود اس کے بعد جھینپ سی گئی جیسے مانو کسی نے اکیلے اکیلے، چپکے چپکے چائے کی چسکی سے مسحور ہوتے ہوئے پکڑ لیا ہو اور موقع محل کی بہ نسبت یہ سوال داغ دیا ہو، حالانکہ یہ سوال بنتا تو نہیں تھا۔ ہاں کچھ گنے چنے جیو جنٹو میرے علم ہیں مایسے ہیں جو اس نعمت غیر مترقبہ کو دیکھ کر مثل۔۔۔۔۔ بدک جاتے ہیں۔ اب آپ اپنی ذہانت کے مطابق اس خالی جگہ کو خود پر کر لیں۔ اس سے آپ کی ذہانت کا امتحان ہر گز مقصود نہیں ہے بلکہ گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رہنا ہے۔ خدا روز حشر پوچھے گا کہ میری اشرف المخلوقات کی کیوں تو بین کی؟ گرچہ اطوار ان کے کوئی بھی اشرف المخلوقات والے تو نہیں۔ البتہ تمام عادیہاں میں اور دیگر مخلوقات میں یکساں ہیں مثلاً کبھی کسی نے کسی گدھے کو چائے کی چسکی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔ کم سے کم میں نے تو نہیں دیکھا ہے۔ ہاں گدھا صفت انسانوں سے ضرور پالا پڑا ہے (من تو ہے کہ بلا واسطہ گدھا کہوں لیکن وہی مرتکب ہونے کا ڈر ہے) اس طرح کے لوگ اگر چائے کے وقت تشریف لے آئیں تو گھنٹوں اسی سوچ میں گزر جاتے ہیں کہ چائے تو پیئیں گے نہیں تو پھر خاطر تواضع میں کیا ایسا پیش کیا جائے؟؟ چائے کا متبادل آخر کیا ہو سکتا ہے؟ جس سے کسی کی احساس مٹ جائے حالانکہ یہ ممکن تو نہیں کیونکہ بقول جگر

جیسے ہر شے میں کسی شے کی کمی پاتا ہوں میں خیر تو میں بات کر رہی تھی اخبار میں موجود سرخی کا۔ سرخی دیکھ کر یہ لہنے تجسس اور حیرت کے مخلوط جذبات کے ساتھ پڑھنا شروع کیا:

کیا آپ کو چائے یا کافی پسند ہے؟

تو اس میں موجود ایک جز آپ کی صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہے اور وہ ہے کیفین۔ امریکا کی جون ہوپکین یونیورسٹی

اسکول آف میڈیسن کی تحقیق میں بتایا گیا کہ یہ مشروبات صرف ذہنی طور پر مستعد نہیں کرتے بلکہ چائے اور کافی میں موجود کیفین صحت کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔۔۔

اس تحقیق کے نتائج طبی جریدے برٹش میڈیکل جرنل میں شائع ہوئے، یہاں آپ ماضی میں ہونے والی طبی تحقیقی رپورٹس میں سامنے آنے والے ان گرم مشروبات کے فوائد جان سکیں گے۔

1 } کا کردگی کے لئے بہترین

کیفین کھلاڑیوں کو بھی نہیں بلکہ روزمرہ کے کاموں کے لئے بھی جسمانی صلاحیت کو بہتر بناتی ہے، ان مشروبات کے استعمال سے تھکاوٹ کے احساس کو نالنے میں مدد ملتی ہے جس کے لئے کیفین ایک کیمیکل adenosine کی ریسیپٹر کو بلاک کرتی ہے، جس کی وجہ سے لوگ عام معمول سے زیادہ وقت تک تھکے بغیر کام کر پاتے ہیں۔

2 } چربی گھلانے میں مددگار

کیفین جسم کے اندر حرارت پیدا کرتی ہے اور کیلوریز کو توانائی میں بدلتی ہے۔ ایک تحقیق میں بتایا گیا تھا کہ سبز چائے میں موجود کیفین سے چربی تیزی سے گھلتی ہے، جسمانی وزن اور کمر کا گھیراؤ بھی کم ہوتا ہے۔

3 } جگر کے کینسر کا خطرہ کم کرے

چائے یا کافی کا استعمال جگر کے کینسر کی سب سے عام قسم کا خطرہ کم کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ ساوتھ ہیملپٹن یونیورسٹی کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ دن بھر میں ایک کپ کافی یا چائے میں موجود کیفین، ہیپٹوسیلولر کینسر کا خطرہ 20 فیصد کم کرتی ہے، جبکہ 2 کپ پینے سے یہ خطرہ 35 فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔

4 } یادداشت بہتر کرے

جون ہوپکینز یونیورسٹی کی تحقیق میں بتایا گیا کہ کیفین طویل المعیاد یادداشت کو بہتر کر سکتی ہے، تحقیق میں بتایا گیا کہ یہ تو پہلے سے معلوم ہے کہ کیفین دماغی افعال کو بہتر بنانے کا اثر رکھتی ہے۔ مگر پہلی بار جانا گیا ہے کہ یہ یادوں کو بھی مضبوط کر کے انہیں فراموش ہونے سے روکتی ہے۔

5 } پارکنسن کا خطرہ کم کرے

ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ کیفین کا استعمال رعشے یا پارکنسنس امراض کا خطرہ کم کرتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا کہ کافی پینے کے شوقین افراد میں پارکنسنس امراض کا خطرہ اس مشروب سے رہنے والوں کے مقابلے 31 فیصد کم ہوتا ہے۔

6 } دل کی صحت کے لئے بھی فائدہ مند

مختلف طبی تحقیقی رپورٹس میں یہ بات سامنے آئی کہ دل کی بے ترتیب دھڑکن کے شکار افراد اگر کیفین استعمال معمول بنائے تو اس مرض کی شدت میں 6 سے 13 فیصد تک کمی آتی ہے۔ اسی تحقیق میں یہ بھی دریافت کیا گیا کہ ایسے افراد جنہیں مارٹائیٹک کا سامنا ہو چکا ہو، اگر کیفین کا استعمال کریں تو ان کی دھڑکن بہتر ہوتی ہے۔ جبکہ دھڑکن کی بے ترتیبی کے مسائل بھی کم ہو جاتے ہیں۔

7} مزاج پر خوشگوار اثرات

کیٹینین اعصابی نظام کو متحرک کرتی ہے جس سے مزاج پر بھی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہاں بھی وہ adensine کے اثر کو بلاک کرنے کا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کیمیکل کے اثر کو بلاک کرنے سے کیٹینین ڈوپامائن وغیرہ کو متحرک کرتی ہے جو انسان کو اچھا محسوس کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

8} ڈپریشن دور کرے

چائے یا کافی کا استعمال ذہنی مایوسی یا ڈپریشن کا خطرہ کم کرتا ہے، یہ دماغی میں ایسے نیوروٹرانسمیٹرز بننے کے عمل کو متحرک کرتی ہے جو مزاج کو خوشگوار کر کے ڈپریشن کا خطرہ کم کرے۔

یہ تھے چائے پینے کے آٹھ ایسے فوائد جس سے ہم شاذ و نادر ہی واقف تھے۔ جبکہ یہ لے آج تک اپنے بڑوں سے چائے کے نقصانات کا ہی سنا تھا مثلاً چائے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے اور سب سے اہم کہ چائے سے کالے ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں صدقے جاؤں اپنے بزرگوں پر جنہوں نے کس خوش اسلوبی سے ان فوائد کو ہم سے پوشیدہ رکھ کے بس سے نقصانات ہی گنواتے رہے کہتے رہے کہ بچوں کی پینے کی چیز نہیں ہے، ہماری پھوپھی تو بڑی آگ بگولہ ہو کر اپنی بیٹیوں کے بارے کہا کرتی تھیں کہ یہ لوگ جب پہلی بار سسرال سے مائیکہ آئیں تو یہ تحفہ ساتھ لائیں۔ ورنہ کبھی جو یہاں میں نے ہاتھ لگانے دیا ہو یہ چائے منحوس کی لت وہیں سے لگی ہے اور آئیاں جواب میں مسکرانے لگتیں گویا کہہ رہی ہوں:

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

ہاں تو اخبار میں موجود چائے کے آٹھ فوائد کی بات ہو رہی تھی جن کو پڑھ پڑھ کر میں بار بار خود سے سوال کر رہی تھی کہ کیا یہ یہی چائے ہے جس کی چسکیوں میں وہ مزہ ہے کہ روز ڈانٹ کھانے کے بعد بھی بد مزہ نہیں ہوتے۔ جس طرح غالب چاچا کہتے تھے کہ:

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب

گالیاں کھا کے بے مزانہ ہوا

میں نے پھر سے چائے کی ایک چسکی لی اور اس کے فوائد پر غور کرنے لگی۔ پہلا فائدہ اس خبر کے مطابق یہ ہے کہ ”کا کردگی کے لئے بہترین“، یعنی یہ دن بھر چست و متحرک رکھتی ہے۔ لیکن میری چائے میں یہ عناصر ہر گز نہیں پائے جاتے کیونکہ پورے دن کی تو خیر چائے ناشتہ بھی بمشکل کر سی ہیں ماڑے ہوئے جیسے تیسے مکمل کرنے کے بعد فوراً سے پہلے کچھ منٹ آرام کا خیال آتا ہے اور یہ آرام کچھ منٹوں کی بجائے گھنٹوں تک چلتا ہے، یہاں تک کہ پھر کھانے کا وقت ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد قیلولہ اس پابندی سے کرتی ہوں اور کروں بھی کیوں نہ آخر کو سنت ہے، کوئی اگر ٹوک دے تو اس کو بھی اس کی اہمیت و فضیلت بتانا کار ثواب سمجھتی ہوں۔ پھر تو چائے کا وقت ہو ہی جاتا ہے اور چائے کی گرما گرم چسکیوں کے ساتھ زمانہ کہ نرم گرم پر روشنی ڈالنا محبوب مشغلہ ہے۔ میری ان باتوں سے کسی کے ذہن میں غالی رہنے اور کابلی کے تعلق سے اگر خیال آیا ہو تو ان کے لئے ایک مصرع ”جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں“ یہ میں نہیں کہ رہی بلکہ داغ کہ گئے ہیں:

ہزاروں کام محبت میں ہیں مزے کے داغ
جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں

خیر اس کا دوسرا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ چربی گھلانے میں مددگار ہے۔۔ وہ تمام لوگ جو ”جم“ میں اپنا خون پسینہ ایک کرتے ہیں ان بے چارے بیوقوفوں کو علم ہی نہیں۔ اچھا ہے ان کو معلوم نہیں ورنہ اردو شاعری کا ایک اہم مضمون جو معشوق کی کمر کے تعلق سے اب تک چلا آ رہا وہ معدوم ہوتا، سب کی کمر ایک جیسی ہوتی تو شاعر کمر کی ناز کی کا یہ مضمون کیسے باندھ پاتا کہ:

اللہ رے ناز کی یہ چنبیلی کا ایک پھول
سر پر جو رکھ دیا تو کمر چک گئی

نامعلوم

آپ کی نازک کمر پر بوجھ پڑتا ہے بہت
بڑھ چلے ہیں حد سے گیسو کچھ انہیں کم کیجئے

آتش

اللہ ری نزاکت جاننا کہ شعر میں
مضمون بندھا کمر کا تو درد کمر ہوا

امیر مینائی

معدوم ہوئے جاتے ہیں ہم فکر کے مارے
مضمون کمر یار کا پیدا نہیں ہوتا

صبا لکھنوی

کمر باندھی ہے توبہ توڑنے پر
الہی خیر عزم ناتواں کی

انورد ہلوی

اور اس مضمون کا سب سے مشہور و مقبول شعر:

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

آبرو

حالانکہ یہی کمر جب کلاسیکی دور سے جدید دور کی شاعری میں آئی تو انہوں نے عزم کر لیا کہ ہم تو جو دیکھیں وہی سچ سچ بات کہیں گے
تو انہوں نے کہا:

ہم تو شاعر ہیں جو پتھر کو گھر کہتے ہیں
کلچڑی کو بھی محبت میں قمر کہتے ہیں
عشق انسان کو دیوانہ بنا دیتا ہے
لوگ کمرے کو محبت میں کمر کہتے ہیں

ساغر خیامی

انہوں نے حقیقت بیانی کی وہ وہ مثالیں اردو ادب کے حوالے کی ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کو یاد کیا جائے گا:

سڈنی آکر پتا چلا ساغر
جب لڑی آنکھ ان حسینوں سے
ساٹھ برسوں سے اپنے ملک میں ہم
عشق فرما رہے ہیں بھینسوں سے
ایسی شاعری کی سماعت کے بعد سامعین کیا حشر کریں گے خود انہوں نے اس کا حال بھی نظم کیا ہے:

اک شب ہمارے بزم میں جوتے جو کھو گئے
ہم نے کہا بتائیے گھر کیسے جائیں گے
کہنے لگے کہ شعر سناتے رہو پو نہیں
گنتے نہیں بنیں گے ابھی اتنے آئیں گے

انہوں نے نہ صرف بزم کا بلکہ رزم (بیوی سے جنگ) اور اس کے بعد کا بھی نقشہ بیان کیا ہے جس سے دکاندار (وہ بھی

چپلوں کا) آشنا نظر آتا ہے:

پہنا کے مجھ کو چپلیں بولا یہ سلیز مین
مضبوط کس قدر ہیں چپلوں پہ چھوڑ دیں
کہتا ہوں پائیدار ہیں یہ جوتیاں مگر
بھا بھی کا کیا کہ ایک ہی گھنٹہ میں توڑ دیں

مانویانہ مانوساغر صاحب بڑے ہی پیارے بھولے بھالے شاعر تھے اسی بھولے پن کے ساتھ لہک لہک کر اشعار بھی سنایا کرتے تھے (حالانکہ بس شکل سے ہی معصوم تھے، اتنے معصوم ہوتے تو ایسی شاعری ہر گز بس کی بات نہیں تھی، کہاں کہاں دماغ بلکہ تخیل جاتا ہے کہ الحفیظ والامان)۔ لوگ انہیں ”کتے کے کیک“ سے یاد کرتے ہیں۔ دراصل دلی میں دوکانداروں کو زبردستی راگیروں کو آواز لگا کر بلانے کی پرانی عادت ہے۔ ایک دن شاعر صاحب کو آواز لگا دی ہوگی۔ انہوں نے سوچا کہ جان چھڑانے کو کوئی ایسی چیز بولتے ہیں جو ہو ہی نا۔ سوا انہوں نے کہا کہ کتے کا کیک ہے؟ دلچسپ یہ کہ وہ بھی موجود تھا لیکن سب سے زیادہ دلچسپ تو دکاندار کا سوال ہے:

بولادکان دار کہ کیا چاہیے تمہیں
جو بھی کہو گے میری دکان پر وہ پائو گے
میں نے کہا کہ کتے کے کھانے کا کیک ہے
بولایہیں یہ کھائو گے یا لے کے جاؤ گے

بزبان دوکاندار خود کو۔۔، کہلو کر صاحب بڑی خوشی یہ قطعہ سنایا کرتے تھے، میں نے تو محسوس کیا ہے کتے سے ان کو کافی محبت تھی اس وفادار جانور کو انہوں نے اپنی شاعری میں بڑی خوش اسلوبی سے (دم ہلاتے ہوئے) جگہ دی ہے حالانکہ اصل میں دلی کہ تنگ دلی دکھانا مقصد تھا یوسفی صاحب نے کہا تھا کہ اندروں لاہور کی کچھ گلیاں اتنی تنگ ہیں کہ اگر ایک طرف سے عورت آرہی ہو اور دوسری طرف سے مرد تو درمیان میں نکاح کی گنجائش ہی بچتی ہے، ساغر صاحب تو بیچارے بیگم گزیدہ آدمی تھے (جیسا کہ مندرجہ ذیل قطعہ سے اندازہ ہوگا) کہاں نکاح و کاح کو یاد کر کے زخم کریدتے، سوسگ گزیدگی پر راضی نکلے اور یہی ان کو راس آئی۔ اسی لئے جا بجا اس وفادار کو ہی دیکھ کر خوش ہوتے رہے اور اس کی ہر حرکات و سکنات کو اتنی غور سے دیکھا کہ وہ خود بخود داخل شاعری ہو گئے:

یہ بولادلی کے کتے سے گائوں کا کتا
کہاں سے سیکھی اد اتونے دم دبانے کی
وہ بولادم کے دبانے کو بزدلی نہ سمجھ
جگہ کہاں ہے دم تک ہلانے کی

دیکھئے جناب گفتگو کہاں سے کہاں کارخ اختیار کر گئی، اخبار اور چائے شروع ہو کر یہ کمر، کمرہ، کتے، کتے کا کیک اور لاہور کی گلیاں اور نجانے کیا کیا، اکثر یہی ہوتا ہے کہ ہماری باتیں چائے پر شروع ہو کر ڈنر پر ختم ہوتی ہیں:
کچھ علاج اس کا بھی صاحب نظراں ہے کہ نہیں۔۔

اکثر لوگوں کا ذہن دلی اور لاہور کی اندرونی گلیوں سے بھی تنگ ہوتا ہے کہ ان کے خیال جوں کے توں ایک ہی جگہ پر اٹکے رہتے ہیں پھر اس کے معنی و مفہوم کی تبدیلی ان کو بڑی گراں گزرتی ہے۔ اس لئے اس قسم کے لوگ چائے سے ڈنر تک کی بات کو دوسرا رنگ نہ دیں حالانکہ وہ جو رنگ دیں گے اس سے یہیں جنوبی واقف ہوں ہمارے غالب چچا کو بھی بڑی آگاہی رہتی تھی کہتے رہتے تھے:

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

خیر! ہماری باتیں ہی باتیں ہیں جو وہاں سے (چائے سے) رواں دواں ہو کر کہاں کہاں پہنچ گئی۔۔ بالکل اسی خواہش کی

تعمیل میں کہ

گفتگو بند نہ ہو

بات سے بات چلے

صبح تک شام ملاقات چلے

ہم پہ ہنستی ہوئی یہ تاروں بھری رات چلے

حالانکہ یہ رات کا وقت تو نہیں، میں صبح کا اخبار اور گرم چائے کی پیالی لے کر بیٹھی تھی اور چائے کے فوائد سے بات آغاز ہوا تھا۔ دوسرے ہی فائدہ کی بات چل رہی تھی۔ سو بنا کسی تاخیر کے تیسرے فائدہ کی طرف آتے ہیں جو جگر کے کینسر کا خطرہ کم کرنے سے متعلق ہے کہ ساوتھ ہیپیٹن یونیورسٹی کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ دن بھر میں ایک کپ کافی یا چائے میں موجود کینفین ہیپیٹو سیولر کینسر کا خطرہ 20 فیصد کم کرتی ہے، جبکہ 2 کپ پینے سے یہ خطرہ 35 فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔ پھر تو ہم ایک دن میں ایک ہی ساتھ پانچ کپ پی لیں گے تاکہ خطرہ ہی ٹل جائے، آخر کو ہے بھی ہماری پیاری دلاری مشروب (جن کو میرے پیاری دلاری کہنے پر اعتراض ہے وہ گور کھپور اسٹیشن پر جا کر چائے نیچنے والوں کی آواز بغور سہیں وہ رام پیاری اور رام دلاری چائے کہہ کر گرم پانی پلا کر ٹھگ رہے ہوتے ہیں)۔

اس مشروب کا اگلا فائدہ یادداشت کے متعلق ہے کہ ”کینفین طویل المعیاد یادداشت کو بہتر کر سکتی ہے“۔ سب سے پہلے تو مجھے اس جملے اور اس میں موجود معیاد سے دقت ہے۔ اگر میں اس کو نظر انداز کر بھی دوں تو یہ بات نہیں سمجھ آرہی ہے کہ پھر میرا حافظہ کیوں اس شعر کی قبولیت کا پتہ دیتا ہے کہ:

یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

در اصل یہ شعر ہم اس زمانے سے بیت بازی میں چلا کر پڑھتے آ رہے ہیں جب ہمیں اس شعر کا کیا کسی اور شعر کا بھی مطلب نہیں معلوم تھا۔ معصوم بچوں کی دعا بھی کبھی رد نہیں ہوتی سوا اس میں اب چائے کا کیا تصور۔ ویسے یوں ہی یہ خیال بھی اچانک ابھی ابھی آیا کہ جو لوگ بادام خرید کر روز صبح بھگو کر بلا ناغہ کھانے کی مشقت کرتے ہیں وہ چائے کا استعمال کیوں نہیں کرتے؟؟؟؟ جبکہ بادام کے بارے میں یہ افواہ بھی عام ہے کہ عقل بادام کھانے سے نہیں بلکہ ٹھوکر یا دھوکہ کھانے سے آتی ہے۔ دھوکہ سے ایک شعر یاد آ گیا کہ جس میں شاعر اپنی سادہ نگاہی کی وجہ سے ایک حسین دھوکے کی خواہش کر رہا ہے حالانکہ یہ ظاہر نہیں ہونے دے رہا ہے بلکہ اس کا تصور بھی معشوق کے سر منڈھنے کا ارادہ ہے۔ کہتا ہے:

سب کے جیسی نہ بنا زلف کہ ہم سادہ نگاہ

تیرے دھوکے میں کسی اور کے شانے لگ جائیں

فرحت احساس

مزید اس شاعر کے ارادے دیکھتے جائیے:

پیکر عقل ترے ہوش ٹھکانے لگ جائیں

تیرے پیچھے بھی جو ہم جیسے دو آنے لگ جائیں

اس کا منصوبہ یہ لگتا ہے گلی میں اس کی

ہم یوں ہی خاک اڑانے لگ جائیں

لیجیے جناب پھر شاعر معشوق کے کندھے پر رکھ کے بندوق چلا رہا ہے۔ یہ شاعر کے علاوہ کسی اور کا منصوبہ بالکل نہیں ہے کہ وہ خاک اڑانے لگے، آخر کو یہ اس کا پرانا شیوہ اور پسندیدہ مشغلہ ہے تاکہ خاک اڑانے کا مضمون چٹھارے لے لے کر بیان کر سکے، وہ مبالغہ آرائی کرے کہ قیس و فرہاد کو کمتر ثابت کر دے اور اس میں دنیا جہان کی وہ قلابیں ملائے کہ اللہ کی پناہ۔۔۔ ویسے میرا خود کا واٹس ایپ اسٹیٹس کئی سالوں اسی خاک اڑانے سے متعلق ہے حالانکہ اس میں شاعر نے ذرا الگ قسم کی خاک اڑائی ہے، اس معصوم شاعر کو اتنا دماغ نہیں ہے کہ اتنی آسانی سے ہر بات کا رخ کہیں ماور موڑ دے یا اپنی ہر بات کا الزام معشوق بیچارے پر جو خود اتنا نازک بدن، سیم تن، موہوم کمر کا مالک اور نازک دماغ و مزاج ہے اس کے سر ڈالتا جائے اور مفت میں معشوق کو برا بھلا کہلوائے۔ اس لئے خود ہی کی بات کرتا ہے اور خود اور خود کی زندگی کو مورد الزام ٹھہراتا ہے:

زندگی خاک نہ تھی خاک اڑاتے گزری

حالانکہ اگلے ہی مصرعے میں یہ بھی روایتی شاعروں کی طرح معشوق پر ہی آجاتا ہے اس لئے یہاں پر ایک ہی مصرعے سے کام چلانا بہتر ہے۔ اردو شاعری میں خاک کو بطور آلہ استعمال کرنے والے ایک شاعر عرفان صدیقی ہیں۔ انہوں نے اس خاک کے ذریعہ غزل میں وہ وہ کرشمے دکھائے کہ دیکھتے ہی بنتی ہے، آپ بھی دیکھیے:

جب یہ عالم ہو تو کھیسے لب و رخسار پہ خاک

اڑتی ہے خانہ دل کے در و دیوار پہ خاک

تو نے مٹی سے الجھنے کا نتیجہ دیکھا

ڈال دی میرے بدن نے تیرے بدن پہ خاک

ہم نے مدت سے الٹ رکھا ہے کاسہ اپنا

دست دادا ترے در ہم و دینار پہ خاک

یہ غزل لکھ کے حریفوں پہ اڑادی میں نے

جم رہی تھی مرے آئینہ اشعار پہ خاک

غرضیکہ اس پوری غزل میں انہوں نے خاک ڈالنے کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ کس کس چیز پر کیسے کیسے خاک ڈالی جاسکتی ہے اور کیسے خاک کو باسانی اپنے بدن سے کسی اور کے بدن پر شفٹ کیا جاسکتا ہے۔ خیر تو خاک ڈالنے اس خاک پر کیونکہ مزید اس پر ہے تو خود خاک ہو جائیں گے اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی:

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

جی جناب پھر سے وہیں آجائیے جہاں سے چلے تھے یعنی چائے پر، چائے کے فوائد پر بات ہو رہی تھی کچھ پر بات ہو چکی تھی، کچھ رہ گئے جن میں پارکنسن کے خطرہ سے حفاظت، دل کے امراض سے حفاظت اور ڈپریشن سے حفاظت وغیرہ ہیں لیکن سب سے اہم تو مزاج کی خوشگواہی کا والا پہلو ہے۔ کیونکہ ہم نے بارہا اپنی ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ چائے پر ہی

لڑ رہے ہوتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ ان کی چائے میں کچھ ایسی ملاوٹ کر دی جاتی ہوگی (ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں) کیونکہ چائے بیچاری تو موڈ کی خوشگوار ی کی ضامن ہے۔ میرا تو دل کرتا ہے کہ چائے پر ایک کتاب لکھ ڈالوں۔۔ بتاؤ تو اس میں اتنی خوبیاں ہونے کے باوجود آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے ادبا و شعرا بس خم و پیمانہ و جام و ساقی میں ہی الجھے رہے۔ کبھی اس بیچاری کی طرف توجہ نہ کی۔ بھلا ہوا بولکلام آزاد کا، کہ انہوں نے غبار خاطر ہیں اپنے دل کا غبار نکالتے ہوئے اس بیچاری کی طرف خاطر خواہ توجہ کی۔ اس کے علاوہ کچھ اور گنے چنے لوگوں نے تھوڑا بہت نوازا۔ مجھے ایک شوقین شاعر یاد آ گیا جس نے کیا خوب کہا ہے:

لمس کی آنچ پہ جذبوں نے ابالی چائے
عشق پیتا ہے کڑک چاہتوں والی چائے
کیتلی ہجر کی تھی، غم کی بنالی چائے
وصل کی پی نہ سکے ایک پیالی چائے
میرے دالان کا منظر کبھی دیکھو آکر
درد میں ڈوبی ہوئی شام، سوالی چائے
یہ پہیلی کوئی بوجھے تو کہ اس نے کیونکر
اپنے کپ سے میرے کپ ہیں جھلا ڈالی چائے
میں یہی سوچ رہا تھا کہ اجازت چاہوں
اس نے پھر ملازم سے منگالی چائے
اس سے ملتا ہے محبت کے مانگوں کو سکوں
دل کے دربار پہ چلتی ہے دھالی چائے
رنجشیں بھول کے بیٹھیں کہیں مل کر دونوں
اپنے ہاتھوں سے پلا خیر سگالی چائے
عشق بھی رنگ بدل لیتا ہے جان جاناں

ٹھنڈی ہو جائے تو پڑ جاتی ہے کالی چائے

میری بھی چائے ٹھنڈی پڑ چکی ہے (ہم اتنی گرم جوشی سے ملے تھے۔۔ ہماری چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی)۔ حالانکہ ”رنجشیں بھول کے بیٹھیں کہیں مل کر دونوں“ سے ایک دوسرا شعر یاد آ گیا اور جب تک سنانہ لوں وہ ذہن میں کلبلاتا رہے گا :

چائے پیتے ہیں کہیں بیٹھ کے دونوں بھائی

جاچکی ہے نا؟؟ تو بس چھوڑ! چل آ! جانے دے

(علی زریون)

اس شعر میں چھوڑ کے جانے والی بات پر شاعر صاحب کو اندر سے جو خوشی اور طمانیت کا احساس ہوا ہے اس کو اندر ہی ضبط کر کے مکاری کا وہ نمونہ پیش کیا گیا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ شاید چائے بھی شرم جائے۔ جو کسپاٹ۔۔ سنجیدگی سے دیکھیں تو چائے کے بڑے سنجیدہ پہلو بھی سامنے آتے ہیں جن کو شاعری کا جامہ بھی دیا گیا ہے یاد دوسرے لفظوں میں کہ چائے کے حوالہ سے کچھ بہترین اشعار بھی ہیں:

چائے کی میز پر گئی شاموں کا ذکر تھا
مجھ میں بھی ایک تعلق دیرینہ جی اٹھا
صبح کی چائے میں ہوتی ہے وہ تاثیر غضب
جو گئی رات کے چہرے سے تھکن نوچتی ہے
ذرا سی چائے گری اور داغ داغ ورق
یہ زندگی ہے کہ اخبار کا تراشا ہے
تجھ میں کس بل ہے تو دنیا کو بہا کر لے جا
چائے کی پیالی میں طوفان اٹھاتا کیوں ہے
چائے کے ایک کپ کا یہی ہے معاوضہ
یاروں کو عہد رفتہ کے قصے سنائیے
اس آخری شعر سے مجھے اسرار جامعی یاد آگئے:

خبط مجھ کو شاعری کا جب ہوا
دس منٹ میں ساٹھ غزلیں کہہ گیا
سب سے رور و کر کہا سن لو غزل
تاکہ میں ہو جاؤں پھر سے نارمل
تو پریشاں ہو کے ہوٹل میں گیا
رحم اپنوں کو نہ آیا جب ذرا
تاکہ مل جائے اک ایسا آدمی
چائے پی کر جو سننے غزلیں مری
جا کے بیٹھاسات گھنٹے جب وہاں

